

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - لِرَبِّ الْعٰالَمِينَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عالٰم کے تاجدار تھے علی میاں <sup>ؒ</sup> نور کا ایک مینار تھے علی میاں <sup>ؒ</sup>



(ذاتی ربط و تعلق کی روشنی میں)

مولانا محمد یاسین ملی

ناشر

مولانا علی میاں ندوی فاؤنڈیشن

گلشن ابو الحسن، عارفی چوک، پلاٹ نمبر ۶، مالیگاؤں (ناک)

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

مصنف	: محمد یاسین ملی
سن اشاعت	: فروری ۲۰۰۴ء
تعداد	: ۱۰۰۰ (اکیپ ہزار)
صفحات	: ۳۸
طبعات	: ہدم پرنس، مالیگاؤں
ناشر	: مولانا علی میاض ندوی فاؤنڈیشن، مالیگاؤں
قیمت	:

کتاب ملنے کے پتے

(۱) مولانا محمد یاسین ملی

جخے نگر، مسجد کے پاس، کوپرگاؤں ضلع احمدگر

(۲) مکتبہ عزیزیہ

زرونو رانی مسجد، مالیگاؤں

## فہرست مضمائیں

صفحہ	مضمائیں
۵	ہر مویں سے بدن پر زبانی سپاں ہے
۸	آٹانی ہوا ہا قبل آن آخر ف الہوی
۱۱	دن گئے جاتے تھے اُس دن کے لئے
۱۵	عربی زبان و ادب کے لئے گرانقدر مصورے
۱۸	سفر ہے شرط
۲۲	چڑا کارے کند عاقل کہ باز آپ پیشیانی
۲۵	اور شدودہ ہے زبان ہوشمند
۳۱	نگاہِ مردمون سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
۳۸	من تو اوضع لله رفعہ اللہ
۴۱	اسے بسا آرزو کر خاک شدہ
۴۵	آخری بات



نامہ مبارک  
حضرت مولانا علی میاں ندوی  
شیخ العالی العزیز

Phone: 73864, 72336, 72338

Abul Hasan Ali Nadvi  
P. O. BOX. No. 93, NADWATUL ULAMA.  
LUCKNOW—226 007, U. P. (INDIA)

ابو الحسن علی الحسین الندوی  
ستاد العالیاء، ندوی، الہدی

التاریخ: ۲۴ / ۱۰ / ۱۹۷۸

Ref:

محترم و فخر رسلیہ دین احمد  
الله عزیز علیہ السلام - میں نے اپنے حمایتی دوستان کو فرمادی  
کہ ہمارے کوچھ تحریر ملے، پس فرمایا کہ یعنی گورنمنٹ کو نہیں  
کوئی سفر کرے، لیکن اللہ عزیز کی درافت کیا گئی۔ دوسرے  
کوچھ تحریر کر کر ہمارے کو اکٹھا کرنا۔ کوئی ستمپ نہ  
کیا جائے۔ اسی طرح ایک تحریر کیا، وہ کوچھ کا گلے گلے  
ذرا بڑی (درخت) نہیں جیسا کہ جنہیں نہیں گی، لیکن کوچھ کو  
کریں، میں خود ترکیبات کیں دیں اسلام کی تحریر کریں  
کہ اسی تحریر کی پسندیدگی کے لئے کوئی ایک مبلغ مقرر نہیں  
کریں۔ تحریر کرنے کی زبان فارسی ہے، خوبی تحریر کریں  
کہ ایک تحریر کا مطلب کیا ہے اس کا معنی خوبی کریں، لیکن کوئی

وہی کو کوئی مبلغ نہیں۔  
مبارک

مبارک

ہر موہیں بے پدن پڑ بالی سپاں ہے!

رقم السطور کا پی زندگی میں کئی علماء و مشاہیر سے متاثر ہوا، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد، موزخ کبیر علامہ شبلی، حکیم الامت حضرت تھانوی، امام تقوف شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا، صاحب اسلوب ادیب مولانا عبدالماجد دریابادی تاہم دل و دماغ نے جس شخصیت کا اثر سب سے زیادہ قبول کیا وہ شیخ العرب و اجمام انصار سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ذات گرامی ہے۔ الحمد للہ! بہت سے علماء سے شرف ملاقات بھی حاصل ہوا، مگر مخلص و محسن اور مشتق و مرتبی حضرت کا مثیل و نظیر نظر سے نہیں گزرا۔

آفاق ہاگر دیدہ امام ہبہ تاں ورزیدہ ام

بسیار خوبی دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اس دور کے پڑے الی اللہ او ر مخلص داعی مولانا محمد عمر صاحب پالپوریؒ فرمایا کرتے تھے۔ ”اگر اس دور میں پوری دنیا کے مسلمان کسی کو امیر المؤمنین بنانے پر متفق ہوں تو وہ مولانا علی میال ندویؒ کی ذات پر متفق ہوں گے۔)

واقعہ یہ ہے کہ عالم اسلام میں شاید ہی کسی علی و دینی شخصیت کو ایسی ہر دعیریزی عام شہرت و مقویت اور مختلف دینی اداروں اور بجا عتوں کا اعتماد حاصل ہوا ہوگا جو مولانا کو حاصل تھا اور نہ صرف ہندوپاک بلکہ عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں حضرت مولانا کا احترام پایا جاتا تھا۔  
تیری آواز مکمل و مذینہ میں!

رقم السطور کو اپنی تہی دامنی کا پورا احساس ہے، صلاحیت و قابلیت شہرت و ناموری میں کوئی حیثیت نہیں، اس لئے حضرت مولانا کی شخصیت پر لکھنے میں برا تردد ہو رہا ہے کہ  
ہم سا کوئی گمان نہیں شہ ہوگا

حقیقت یہ ہے کہ رقم السطور کو اپنے بیتے ہوئے دنوں اور اپنے بزرگوں کے تذکرہ سے دلی مسرت ہوتی ہے، دوسرا طرف احساسِ فرض اور شدید دلی تقاضہ بھی ہے کیونکہ ہر فرض شناس

کافرض ہے کہ اپنے محسن کا تذکرہ کرے اور اپنے محسن کے نام اور کام کو زندہ رکھے۔

میں کہ مری نوا میں ہے آتش رفتہ کا سراغ

میری تمام زندگی کھوئے ہوں کی جتو

تاہم تو دو اور پیش کی وجہ سے حضرت مولانا پر لکھتے میں تاخیر ہو گئی ورنہ حضرت

سے محبت کا تقاضہ تھا کہ میں پہلی فرصت میں یہ فرض انجام دیتا، حق تعالیٰ اپنے مقبول بندہ کے حق  
کی ادائیگی میں تاخیر پر بمحض معاف فرمائے، حضرت کی روح سے بھی معافی کا خواستگار ہوں۔

یہ ایک بہت بڑے عالم رباني کا تذکرہ ہے، جو ایک حقیر بندہ کے قلم سے لکل رہا ہے،

بس اس کے سوا اور کیا عرض کیا جا سکتا ہے انظر ما قالَ وَلَا تُنْظَرُ مَنْ قَالَ (اس بات کو دیکھو  
جو بھی جاری ہے اس کو نہ دیکھو جو کہ رہا ہے)

اس کتاب میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ حضرت سے ذاتی تعلقات اور ربط و تعلق کی

حکایتِ ہمروفا ہے کہ

از ما بجز حکایت ہمروفا پرس

اس حکایتِ ہمروفا میں کہیں دراز فسی طے گی اور کہیں آپ بیتی بھی جس کو انگیز کرنا

ہو گا اس لئے کہ بغیر آپ بیتی کے یہ کتاب نا مکمل رہے گی اگر نقوش و مشاهدات سے کسی کو فائدہ  
پہنچ تو خدا کا شکر ادا کرے اور اگر مجھ سے کہیں ہو جائے تو وسعت ظرفی سے کام لے کر آگے  
بڑھ جائیں اس لئے کہ

بھی تھوڑی سی میئے ہے اور بھی چھوٹا سا میخانہ!

جب تک حضرت اس عالم ناسوتی میں رہے کوئی مجلس ہو کوئی موضوع ہو راقم السطور

حضرت کے ذکر خیر سے رطب اللسان رہتا تھا جس سے میرے رفتاء و احباب و اقوف ہیں، اب یہ  
کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی آپ کا تذکرہ نہ کروں۔

جہاں جائیں وہاں تیرا فسانہ چیڑھ دیتے ہیں

کوئی محفل ہو تیرا رنگ محفل یاد آتا ہے

راقم السطور کو حضرت مولانا سے جو محبت و تعلق ہے اس کی ترجمانی کے لئے شہرہ آفاق عالم دین علامہ یوسف القرضاوی مصری کے مخصوص سے ایک اقتباس لقل کیا جاتا ہے جو تیریجات کے مقرر اسلام نمبر صفحہ ۱۳۰ میں درج ہے، وہ لکھتے ہیں:

”میں نے انہیں اپنا محبوب کہا حتیٰثاً بھگان سے محبت ہے اور امید ہے کہ یہ محبت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو گی، میں نے ان سے ان کے اخلاص و الہیت یقین و توکل کرب و بے کلی غیرت و محیت اعتدال و توضیح اور ان کی فکر کی پا کیزگی حسد و کینہ سے ول کی صفائی شرک و بت پرستی بدعا و خرافات سے، حقاً ندو و عبادات کی سلامتی کی وجہ سے محبت ان کی زبان طعن و تشنیق اور مدعاہت سے پاک صاف تھی، میں نے اہم مسائل میں ان کی مشغولیت حقیقت پسندی اثبات و تعمیر اور معیار سطح کی بلندی و گہرائی کی وجہ سے ان سے محبت کی، میں نے ان کے پاکیزہ اخلاق، نرم روئی، ان کے زندگی کے طور و طریق مزاج کی ٹھنڈگی و نرمی کی وجہ سے محبت کی اور میں ان کی محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی قربت کا امیدوار ہوں اور مجھے توقع ہے کہ میرا حشر انہیں کے ساتھ ہو گا (مع الدین انعم اللہ علیہم من النبیین...الخ) بالکل ایسے ہی جیسے کسی شاعر نے کہا ہے“

احب الصالحين ولست منهم عسانی أن أثال بهم شفاعة  
صاحب اسلوب اویب مشرق قرآن مولانا عبد الماجد دریابادی نے اپنی کتاب ”معاصرین“ میں اپنے مخصوص اندماز تحریر میں حضرت مولانا کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ”دنیا انہیں مولانا ابو الحسن علی ندوی کہہ کر پکارتی ہے، ہم لوگوں کی زبان پر خالی علی میاں ہے عزیزوں سے بڑھ کر عزیز۔“

حضرت مولانا راقم السطور کے لئے محبوبوں سے بڑھ کر محبوب ہیں، اس لئے کتاب کا نام تجویز کیا ”علی میاں“

محمد یاسین طی

(استاذ ادب عربی، مدرسہ مفتاح العلوم، کو پر گاؤں)

## أتنی ہوا ہا قبل ان اُعْرَفُ الْهُوَیِ

مادر علی محدث ملت مالیگاؤں کے بانی مجاهد جنگ آزادی عربی زبان و ادب کے محقق و ادیب بے شش حضرت مولانا عبدالحمید نہماںؒ کے وجود سے مادر علی کی پوری فضاعربی زبان سے زمزماں سچتی، اور اس کے درود یوار اور ذرہ سے عربی کے نفع فکل رہے تھے، محدثت کے اس عربی ماحول اور حضرت نہماںؒ کی شخصیت کا رقم السطور کے دل و دماغ پر گہرا اثر ہوا اور تپکن ہی سے عربی زبان و ادب سے دلچسپی پیدا ہو گئی اور اس میں روزافزوں اضافہ ہوتا رہا۔

زمانہ طالب علی ہی میں عالم اسلام کی مشہور درسگاہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے علی مقام خصوصاً عربی زبان کے عالمی مرکز کی حیثیت سے تعارف ہوا اور یہ بھی علم ہوا کہ اس کے ناظم مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ عربی زبان کے ادیب و محقق بلکہ اس کے قادر الکلام خطیب اور عربی کتابوں کے بڑے مولف و مصنف ہیں (حضرت کے روحانی مقام و دینگر کمالات و محسن کا بعد میں علم ہوا) حضرت سے عقیدت کا سبب آپ کی اردو اور عربی تلقینیات بھی ہے جن میں قابل ذکر سیرت سید احمد شہیدؒ، تاریخ دعوت و عزیمت اور عربی کتاب ”ماذَا اخْسَرَ الْعَالَمُ بِالْخَطَاطِ الْمُسْلِمِينَ“ ہیں، ہمارے ضلع احمد گر کے متطرق تعمیر حیات کے ایڈیٹر اور حضرت مولانا کے دست و بازو رحوم مولانا اسحاق جلیس ندوی سے بھی حضرت کے مقام و مرتبہ کا علم ہوا۔

رقم السطور کی بُصیٰ ہے کہ عربی زبان و ادب کے عالمی مرکز لکھنؤ علم و عرفان ندوۃ العلماء لکھنؤ میں طالب علی کی سعادت سے محروم ہوں جس کی تمنا ہی رہ گئی ہے۔

تمنا میں ہیں لاکھوں کم ہے گرفتہ بستی!

محدث مالیگاؤں سے فراغت کے بعد شعور چیزیں جیسے بردھتا گیا حضرت کے علی مقام

و مرتبہ سے واقفیت میں اضافہ ہوتا گیا، اور دل میں یہ خیال چکلیاں لینے لگا کہ کیوں نہ حضرت سے عربی زبان و ادب میں خط و کتابت کے ذریعہ فیض حاصل کیا جائے کہ اس طرح ندوہ میں حصول علم اور حضرت کی محبت سے محروم بھی ہٹا ہو گا اور پکجہ حد تک ندوہ میں عدم قیام کا بدال بھی ہو گا، بہر حال حضرت سے استفادہ کا خیال دل و دماغ پر پوری طرح مسلط ہو گیا اور پنام خدا حضرت کو پہلا خط لکھا جس میں راقم السطور کا مختصر تعارف تھا اور عربی زبان میں رہبری کی درخواست تھی، اس خط کا ایک اقتباس آپ بھی پڑھئے۔

”مولانا نے محترم ابراشا شاہ بہریب اور مبالغہ سے بالاتر ہو کر عرض کروں گا کہ آپ کا علوٰ نسب علم و عمل میں مرتبہ عظیم اور حasan اخلاق اور پھر زہد و ریاضت اور ایثار سنت میں مرتبہ عالی کا اعتراف مجھے ہے یقیناً کے لئے میں نہیں جب کے اس کا اعتراف مجدد وقت حضرت مولانا ھانوئی، علامہ وقت مولانا مناظر احسن گیلانی اور عظیم مصنف علامہ سید سلیمان ندوی اور میر بزرگان دین اور مشاہیر عالم کرچکے ہیں۔

مندرجہ بالا اسباب اور آس محترم کی تصنیفات سے غیر معمولی متاثر ہوں اور پھر ذوق و روحانی کا اتحاد اور خیالات و نظریات کا اتفاق مزید رہ آں۔

لہذا دلی خواہش ہے کہ جناب کی بارکت ذات اور علم و عمل کی بحرذخرا خصیت سے ظاہری علوم خصوصاً عربی زبان و ادب اور روحانی فتوح و برکات بھی حاصل کروں۔“

آگے خط میں تحریر تھا کہ حضرت کے پسندیدہ عربی ادیب کون ہے؟ راقم السطور کو کن ادیبوں کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے؟ کن ادیبوں کی کتابوں میں وضاحت و بلاغت کے پہلو ب پہلو سلامت و سادگی ہے؟ حضرت نے اس خط کا مختصر و جامع جواب تحریر فرمایا، آپ بھی پڑھئے اور فیض حاصل کیجئے۔

عزیز مکرم سلسلہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا، اس سے آپ کا مفصل تعارف ہوا، حضرت شیخ سے بیعت مبارک ہو انشاء اللہ آپ اس کا نفع محسوس کریں گے اس سے بھی خوشی ہوئی کہ آپ کو تحریر و تقریر سے مناسبت ہے، اور آپ ہندی میں بھی دین کی خدمت کی ایلیت رکھتے ہیں۔

آپ نے میرے متعلق جو بلند الفاظ لکھے ہیں ان سے شرم آئی، جہاں تک ادب و تحریر میں مشورہ دیئے اور دو کرنے کا تعلق ہے، تو اس کے لئے اگر آپ کبھی کسی فرصت کے موقع پر چند ہفتون کے لئے دارالعلوم یا رائے بریلی آئیں تو انشاء اللہ فائدہ ہو گا، میں اپنی تحریر و انشاء کی ابتدائی عمر میں انہیں المقتضی کی تقلید کی کوشش کرتا تھا اور اس میں خلیل میرے استاذ شیخ خلیل عرب صاحب کو تھا کہ انہوں نے کلیہ و دمنہ بڑی محنت سے پڑھائی تھی، چند اضافوں کے ساتھ مفتوحی انہیں المقتضی سے قریب تر ہے اور میں اب بھی اُسی کو پسند کرتا ہوں اس وقت اس سے زیادہ لکھنا مشکل ہے۔

والسلام مخلص

ابوالحسن علی ۸۰/۳/۵

ناچیز کو کیا خبر تھی کہ عربی زبان و ادب کے حصول کے حصول کے لئے حضرت سے یہ خط و کتابت مستقل ربط و تعلق کا ذریعہ بن جائے گی اور معلوم ہو گا کہ زبان و ادب کے علاوہ کچھ اور باقی میں بھی ہیں جن کا حصول ضروری ہے اور جو انسان کی زندگی کا اصل مقصد ہے۔

حضرت نے اپنے خط میں اشارہ فرمایا تھا کہ رقم السطور کو عربی زبان میں استفادہ کے لئے کچھ عرصہ مدد و یارائے بریلی میں گزارنا چاہئے، میرے لئے اس سے بڑھ سعادت کی بات کیا ہو سکتی تھی؟

کہاں میں اور کہاں یہ فکریت گل نسیم صحیح تیری مہربانی

## دن گئے جاتے تھے اُس دن کے لئے

حضرت مولانا کا نامہ مبارک ملنے کے بعد سے رابر دل میں قنایتیں انگڑائیاں لے رہی تھیں کہ اس دور میں عربیت کے امام اور اُس کے خطیب و عظیم مصنف کی خدمت میں چلداز جلد حاضری ہو۔

ابساط عید دیدن روئے تو      عیدگاہ مغربیاں کوئے تو

عربی زبان و ادب میں حضرت کے مقام کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ بلاعمر بیہ میں عرب علماء و ادباء کے مقابلہ میں حضرت کی تقنيفات کو ترجیح دی جاتی ہیں، چنانچہ وہاں کے مدارس اور کالجیوں کے نصاب میں جس وقت عربی ادب کی کتابیں شامل کرنے کے لئے مشورہ ہوا تو حضرت کی کتابوں کو عرب علماء والل زبان کی کتابوں پر فوقيت دی گئی، عالم عرب کے مشہور عالم اور عربی کے ادیب علامہ علی طبطبائی اپنی عربی کتاب السلسون فی الہند کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”اگر کسی ادیب کے ذوق کی ولیل اس کا اختیاب ہے تو قارئین کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے کچھ عرصہ ہوا ادبی مختیارات اور نمونوں کے مجموعوں کو جمع کیا تاکہ ان میں کسی کو کانویات شرعیہ کے طلباء کے سامنے رکھیں، ہماری کمیٹی کے ممبران نے (جو سب ادباء میں سے تھی) علاحدہ علاحدہ تلاش و جتو شروع کیں اور اس موضوع کی کتابوں کا جائزہ لیا، آخر میں ہم سب متفقہ طور پر اس نتیجہ پر پہنچے کے درستی مختیارات کے مجموعوں میں سے بہتر ابو الحسن علی ندوی کا مرتبہ کردہ مجموعہ مختارات ہے جو زبان کی اصناف اور ادب کے متعدد نمونوں کا سب سے جامع مجموعہ ہے۔“

عربی زبان میں حضرت کی سب سے مشہور و مقبول کتاب مذاخر العالم کی مقبولیت کا

اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تک اس کے ۱۶۹ ارائیڈیشن نکل چکے ہیں اور دنیا کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

یہاں عربی زبان و ادب میں حضرت کے مقام اور آپ کی خدمات کا تذکرہ مقصود نہیں، یہ ذاتی تاثرات کے ضمن میں مختصر اشارات آگئے ہیں، عربی زبان کی خدمات پیان کرنے کے لئے ایک مستقل دفتر کی ضرورت ہے۔

کہ سفیر چاہئے اس بھرپوری کے لئے!

مارچ ۱۹۸۲ء میں وہ مبارک گھری آگئی جس کے لئے دن گئے جاتے تھے اور وہ گھری اس گناہ گاری زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

بروز جمروت مارچ ۱۹۸۲ءِ عالمی السطور کھنو ہوتے ہوئے رائے بریلی حاضر ہوا، اس وقت خوشی و سرورت کا جو عالم تھا وہ الفاظ میں بیان کرنے کی چیز نہیں، رات ۹ ربیعہ ناچیڑھیگیہ پہنچا، برآمدہ میں حضرت مولانا سید مرتضی صاحب (ناظم کتب خانہ ندوہ) چھل قدمی کر رہے تھے، ان سے ملاقات کی اور حضرت کے تعلق سے پوچھا انہوں نے بتایا کہ حضرت کھانا تناول فرمائے ہیں، ناچیڑھی عموی مجلس کے کمرہ میں انتظار میں پیٹھ گیا، دل کی عجیب کیفیت تھی اور آنکھیں حضرت کے دیدار کے لئے بیتاب۔ حضرت مولانا کھانے سے فارغ ہو کر اپنے جگہ میں تشریف لے کر۔

ایک صاحب سے سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہی حضرت مولانا علی میان ندوی ہیں جو ابھی آپ کے سامنے سے تشریف لے گئے ہیں، مدن پرستا پاچا مادہ اور جاکٹ سر پر بڑی دیوار کی ٹوپی، جسم میانہ، گندی رنگ، نورانی واڑی، چہر پر خشونت و کرنٹکی کا نام نہیں!

اللہ اللہ جن کے سامنے عرب و عجم کے باڈشاہوں کے دل والی جاتے ہیں اور سلطنتیں کا نہیں ہیں جن کی شہرت دنیا کے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیلی ہوئی ہے، جن کے علم و فضل کے چچے پوری دنیا میں ہو رہے ہیں اور جن کے فیض سے ایک عالم سیراب ہو رہا ہے،

جن کی شخصیت تقویٰ واخلاص اور تھوف و تزکیہ نفس و دیگر اوصاف تجدیدہ کا مجموعہ ہے اُن کی سماں کی  
و تواضع کا یہ عالم ہے؟

شہخت و تاج میں نئے لٹکروساہ میں ہے جوبات مرقدلندر کی بارگاہ میں ہے  
پچھے دیر بعد حضرت مجلس کے کمرہ میں تشریف لائے، مولانا سید مرتضی صاحب نے  
حضرت سے ملاقات کرائی، فرمایا آپ کل آنے والے تھے میں نے کل بدھ کو آپ کا انتظار کیا۔  
(احقر نے بدھ کے دن حاضری کے لئے لکھا تھا) دوسرے دن صبح حضرت نے خادم خاص حاجی  
عبدالرازاق صاحب کے ذریعہ کمرہ میں پہنچا اور راقم السطور سے عربی زبان و ادب میں پڑھی  
ہوئی کتابوں کے نام اور دیگر تعلیمی کیفیت دریافت فرمائی، جب بتایا گیا کہ محدث مالیگاؤں سے  
فراغت ہوئی ہے تو حضرت بہت دیر تک مولانا عبدالحید صاحب نہایت کا تذکرہ فرماتے رہے،  
قیام کے تعلق سے بھی دریافت فرمایا اور کم قیام پر حضرت کا اظہار کیا اور کہا کہ اتنے دور سے سفر کیا  
اور ان کم قیام حضرت نے عربی زبان و ادب کے مطالعہ کے لئے ارشاد فرمایا: تاریخ تذکرے  
سفر نامے اور کلیلہ و دمنہ کو بار بار پڑھا جائے، عربی کو اتنا زیادہ پڑھا جائے کہ وہ جزو بدن ہو جائے،  
پھر آپ نے مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کے نام لکھوادیئے۔

البداية والنهاية، وفيات الأعيان، كنز الأجداد، الكامل لابن الأثير،  
رحلة ابن الجبير، رحلة ابن بطوطة، رحلات ابن الرحيم، حیاتی الأحمد امین  
حضرت مولانا نے ایک عربی کتاب اور ایلی الاسلام من جدید اپنی دستخط کر کے پہنچی کی  
اور مولوی عبدالرحمٰن بٹ جو اس زمانہ میں حضرت کی خدمت میں رہا کرتے تھے ان سے ماڈا خسر  
العلم طالش کروائی، مگر سونے اتفاق کر اس وقت صرف ایک ہی نسخہ تھا، حضرت نے اظہار افسوس  
فرمایا اور کہا کہ آپ دوران قیام اس کتاب کا بھی مطالعہ کرلو۔ اس قیام میں روزانہ بعد نہماز عصر  
عمومی مجلس ہوتی تھی جس میں مختلف مسلک و فرقے کے اصحاب مہماں ان کرام اور حضرت سے عقیدت  
رکھنے والے مقامی لوگ شریک ہوتے تھے اس مجلس میں بزرگوں کی سوانح حیات یا تصوف پر کوئی

کتاب پڑھی جاتی تھی۔

دوسری مجلس بعد نماز عشاء ہوتی تھی جس میں حضرت اکثر اپنے اسفار کے تاثرات و مشاہدات اور ملک و بیر و ملک کے حالات سنایا کرتے تھے۔

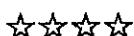
ان مجلس میں شروع سے آخوند صرف علمی و دینی باتیں ہوا کرتی تھیں اور حضرت مولانا اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے روح پور اور ایمان افروز واقعات سنایا کرتے تھے ان واقعات سے ایمان تازہ ہوتا، فکر آخوند پیدا ہوتی اور دنیا سے بے شانی کافش دل پر پہنچتا تھا۔  
گاہے گاہے ہے حضرت اس سیاہ کار کی موجودگی کی وجہ سے عربی زبان کی کسی کتاب کا تذکرہ بھی فرماتے تھے جس میں عربی کی تحصیل اور مطالعہ کی طرف اشارہ ہوتا تھا۔

حضرت کی باخ و بہار پر قارئ خصیت اور علمی و روحانی مجلس جن میں نور کی بارش ہوتا تھا، اور محضوں ہوتا تھا کہ رحمت الہی متوجہ ہے۔

ایک محفل تھی فرشتہ کی جو رخاست ہوئی।

حضرت کی خدمت میں بھلی حاضری کا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ دارِ لمحصین عظیم گزہ جانا ہوا، جس کی شہرت پہنچن سے سنتے تھے اور علامہ شبلی اور علامہ سید سلیمان ندوی کے حالات میں دارِ لمحصین کے حالات نظر سے گذرے تھے، دارِ لمحصین میں ہندوستان کے عظیم مؤرخ اور اردو زبان و ادب کے ماہر جناب سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔

قارئین کو کچھ بجوبہ لے گا مگر یہ حقیقت ہے کہ نائز جب دارِ لمحصین میں حضرت علامہ شبلی کے مزار پر حاضر ہوا تو پورے جس میں ایک بر قی روڈڑتے ہوئے محضوں ہوئی، رقم السطور کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ ہے جس کی وجہ سمجھ میں نہ آسکی۔



## عربی زبان و ادب کے لئے گرانقدر مشورے

حضرت مولانا سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا اور شخصی و قومی حالات اور دینی و علمی امور میں استفادہ کا سلسلہ بھی مگر حضرت سے خصوصی ربط و تعلق عربی زبان و ادب کا تھا اور اس سلسلہ میں جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا یا کوئی اشکال پیدا ہوتا تو یا کسی کتاب کا مطالعہ کرنا ہوتا تو فوراً حضرات کی خدمت میں خط لکھا جاتا ہے حضرت اس کا تسلی بخش جواب دیتے۔ مصر کے مشہور ادیب و فقاوہ اکثر طریقہ حسین جو بعد میں مصر کے وزیر تعلیم بھی ہوئے، اختلافی شخصیت کے حامل تھے اس لئے ان کی کتابیں پڑھنے میں تردید ہوتا تھا، ان کی کتاب ”علیٰ ہامش السیرۃ“ کے بارے میں حضرت کو لکھا تو آپ نے جواب دیا، ”موثر کتاب ہے اور عربیت میں بہت فائق، اس کا مطالعہ مفید ہے گا۔“

ایک زمانہ میں عربی مضمون نگاری اور نظم و نثر کے مطالعہ کے بارے میں تردید ہوتا تھا کہ کیا راہ اختیار کی جائے، شاید زبان و ادب کے مبتدی حضرات کے لئے یہ مشکلیں پیش آتی ہوں اپنی اس بحث کے بارے میں حضرت کی خدمت میں خط لکھا گیا، جس کا جواب ملا، آپ بھی پڑھنے۔

رانے بریلی۔

عزیزم مکرم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

سعادت نامہ مورخہ کیم تمبر ملا، مختصر آجواب تحریر ہے کہ ابھی مطالعہ پر زیادہ توجہ کریں، خاص طور پر تاریخ اور سوانح اور سلیمانی کتابوں پر مضامین کے مجموعہ ہماری کتابیں مذکرات، الطريق الی المدينة، اذا هبت ربع الایمان کو بار بار پڑھیں، جس چیز کا تقاضہ شد یہ ہوں

اس پر قلم آٹھائیں۔

تصوف کی کتابیں پڑھنے کی بجائے بزرگوں کی مستند سوانح اور تذکرے پڑھیں، اس سلسلہ میں میری تصنیفات بھی منفید ہو گی، باقی سب خیریت ہے۔

دعا گو ابو الحسن علی

۱۳ ستمبر ۱۹۸۳ء

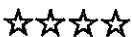
حضرت مولانا کے پیروی اسفرار خصوصاً عرب حماں کے علمی و دینی اسفرار کثرت سے ہوتے تھے جہاں حضرت مولانا عموم و خواص سے خطاب فرماتے تھے، حضرت کی مقبولیت عند اللہ کی بناء پر حضرت کے خطاب میں ایک جم غیر شرکت کرتا، ایسے موقع پر آپ کا خطاب ”دل سے جوبات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے“ کا مصدقہ ہوتا تھا، حضرت مولانا کے کے خطابات بعد میں ”اسمعیات“ کے نام سے شائع ہوئے ہیں، ”اسمعی یا مصر“، ”اسمعی یا سوریا“، ”اسمعی یا زهرۃ الصحراء“ ان ہی خطابات کے مجموعے ہیں۔

رقم السطور نے بہت ہی شوق سے ان تقاریر کا مطالعہ کیا اور ان میں زبان کا زور اور ایمان کی طاقت و حلاوت محبوس کی، حضرت کو اس کی اطلاع اور لکھا کہ ناچیز تقاریر کے اقتباسات محفوظ کر رہا ہے، حضرت نے تحریر فرمایا ”عربی تقریر و تحریر کی مشق کے لئے آپ نے جو طریقہ اختیار کیا ہے سچ ہے اس کے لئے محفوظات منفید ہوتے ہیں آپ کی علمی و دینی ترقیات کے لئے دعا کرتا ہوں۔“

حضرت مولانا کی مشہور و معروف کتاب ”محترمات من ادب العرب“ ناچیز کے زیر درس آئی اس میں بعض مقامات لغت سے بھی حل نہیں ہوتے تھے، ندوہ کے زمانہ قیام میں ایک مرتبہ ناچیز ”تکلیف“ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی مشکل سامنے کھلی حضرت مسکرانے لگے اور مولانا محمد رائع صاحب سے فرمایا کہ کتاب کے مصنف نے حاشیہ میں مشکل الفاظ کا حل نہیں دیا ہے، مولانا کی یہ مشکل حل کر دیجئے۔ مولانا محمد رائع صاحب ندوی کی پوری زندگی درس

وذریں میں گزرنی ہے اور آپ کا شارمند وہ کم شفقت ترین اساتذہ میں ہوتا ہے، مولا ناموصوف نے بڑی شفقت و محبت کے ساتھ محکرات کے بعض مشکل مقامات حل فرمادیئے۔  
ناچیز کی خوش قسمتی ہے کہ حضرت سے جس وقت استفادہ کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت تعالیم و تعلیم اور زبان و ادب میں تجربات کے منہجاً کو پہنچ رہے تھے، اور نہ صرف ہندوپاک اور عالم اسلام بلکہ یورپ و افریقہ کی دانش گاہوں کی علمی سربراہی فرمائی ہے تھے، اس لئے علمی میدان خصوصاً زبان و ادب کے بارے میں حضرت کا ایک ایک جملہ سند کا درجہ رکھتا ہے، ان سطور میں حضرت کی ہدایات اور کئی خطوط نقل کئے گئے ہیں، تازہ وار دان علم و ادب خصوصاً عربی زبان و ادب کے شاکرین سے توقع ہے کہ حضرت کی ہدایات و ارشادات پر حقی الامکان عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔

امید کامل ہے کہ انشاء اللہ ضرور عربی زبان و ادب میں فائدہ پہنچے گا۔



## سفر ہے شرط!

قارئین کو گزشتہ سطور سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حضرت مولانا سے عقیدت میں دن بدن اضافہ ہوا تھا اور قاعدہ ہے کہ جس سے محبت و تعلق ہواں کی ہربات اچھی لگتی ہے۔

حضرت کی کوئی کتاب پڑھنے کی اطلاع سے خوش ہوتی تھی، اور اُس کے حصول اور پڑھنے کا شدید تقاضہ ہوتا تھا اور جب تک کتاب نہ ملے بے چینی رہتی تھی، حضرت دوسرے کمالات کے ساتھ اور روز بان و ادب کے بھی مسلم الثبوت ادیب تھے۔

مشاہیر علماء و ادباء سیاسی رہنماء اور اہل تعلق پر آپ کی مشہور تصنیف ”پرانے چماغ“ جس کے کئی اجزاء ہیں، جب طبع ہوئی تو راقم السطور نے بڑے اہتمام سے اُس کا مطالعہ کیا۔

حضرت کا تعلق ہندوستان کے چوٹی کے علماء، ادباء، شعراء و مصطفین سے تھا، دورانی مطالعہ گھوسیں ہوا کہ ان حضرات کے جو خطوط آپ کے نام ہیں وہ اردو ادب کا ایک اچھا ذخیرہ ہیں، اگر ان کو جمع کر لیا جائے تو شاکنین ادب کے لئے ایک انمول ذخیرہ ہو گا ان خطوط میں مشاہیر ہند کے خیالات و افکار کا نجڑ بھی ہے، اس لئے اس کا دل و دماغ پر شدید تقاضہ ہوا، مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ مدد و میش بڑے بڑے الی قلم ہیں، لہذا اس کام کے لئے قلم اٹھانا مناسب ہو گایا نہیں، بڑے تردد کے بعد حضرت کی خدمت میں خط لکھا، حضرت نے خط کا جواب دیا جس کا ایک اقتباس یہ ہے:

”مشاہیر کے خطوط کے متعلق آپ کی تجویز مناسب ہے، کوئی ناشر تیار ہو تو میری طرف سے اجازت ہے آپ کی علمی و دینی ترقیات کے لئے دعا کرتا ہوں۔“

والسلام ابو الحسن ۱۹۸۱/۲/۱۰“

مخدوم و محترم مولانا ناریاض الدین صاحب فاروقی ناظم اعلیٰ کاشف العلوم اور گنگ آبادوی رائے سے طے ہوا کہ کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں لکھنؤ کے کسی ناشر سے مٹا چاہئے، تو بہر ۱۹۸۳ء میں لکھنؤ کا سفر کیا گیا، لکھنؤ پنج پر معلوم ہوا کہ حضرت اپنے وطن رائے بریلی میں ہیں، عصر کی نماز میں تکیہ میں حاضری ہوئی اور بعد نماز عصر حضرت سے شرف ملاقات حاصل ہوا، حاضرین کا تعارف ہوا اس سیاہ کار کی طرف دیکھ کر حضرت نے خود فرمایا، آپ مولوی یاسین صاحب کو پر گاؤں والے ہیں۔ حضرت مغرب تک دینی و علمی گفتگو فرماتے رہے، خصوصاً ہندوستان کے حالات پر تشویش کا اظہار فرمایا، مجلس میں جزل خیاء الحق صاحب کا تذکرہ آیا، حضرت نے ان پر اظہارِ اعتقاد فرمایا اور جزل صاحب کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں یہ شعر پڑھا۔

### متارع دین و ایمان لوٹ گئی اللہ والوں کی

دوسرے دن صبح مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور میں جلسہ ہوا، جس میں محترم ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی موجود تھے، ترانہ مدرسہ کے بعد ڈاکٹر صاحب نے طلباء سے خطاب فرمایا جس کا حاصل یہ تھا کہ طلباء مدارس عربیہ احسان کمتری کا شکار ہوں اور علم دین کی نعمت کے حصول پر اپنے آپ کو بالآخر بھیجنیں۔

برخود نظر بکشاز تھی دامنی مرخ  
درستینہ تو ماہے تما مے نہادہ انہ  
ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، آج کے مدارس کے طلباء کے لئے سب سے بڑا خطرہ احسان  
کمتری کا ہے جس سے پھناضوری ہے۔

جلسہ سے واپسی ہوئی تو حضرت ناشوت سے فارغ ہو کر اپنے مہمولات میں مصروف ہو چکے تھے، نمازِ عصر تک حضرت سے بات چیت کا موقعہ نہ ملا، بعد نماز عصر آپ نے خود راقم السطور کا پروگرام پوچھا تو راقم نے مشاہر کے خطوط کے سلسلہ میں تفصیل پیش کی اور گذراں کی کہ

اگر حضرت پیش لفظ کے طور پر کتاب پر اپنی رائے لکھ دیں تو بہت اچھا ہو گا، فرمایا اس وقت ہم بیرونی سفر کی تیاریں ہیں، کچھ لکھنیں سکتے ہیں، مولا ناٹش تبریز صاحب اس وقت یہاں موجود ہیں، وہ بہت بڑے ال قلم ہیں، وہ مقدمہ لکھ دیں گے۔ تاجیر نے عرض کیا کہ حضرت ان سے تعلق نہیں، فرمایا آپ نے ان سے خط و تابت کی ہے (کتاب کی ترتیب کے وقت حضرت نے ان سے رجوع کرنے کے لئے لکھا تھا، اس سے حضرت کی قوت یا دو اشت کا اندازہ ہوتا ہے)۔

حضرت مولانا نے بعد نماز مغرب خود ہی مولا ناٹش تبریز خان صاحب سے ملاقات کرائی اور ان سے فرمایا مشاہیر کے خطوط کی اہمیت و ضرورت پر کچھ لکھ دیجئے اور مولا ناسعید الرحمن صاحب سے تعارف بھی کر دیجئے تاکہ وہ کتاب کی طباعت کا انتظام فرمائیں، بعد نماز عشاء حضرت نے مولا ناٹش تبریز خان صاحب سے کمر فرمایا کہ یہ بہت دور سے آئے ہوئے ہیں، ان کا کام ضرور کرو دیجئے، اس سے حضرت مولانا کی بلند اخلاقی اور اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت کا اندازہ ہوتا ہے، جو آپ کا خاص احتیاز تھا۔

ارادہ تھا کہ حضرت کی خدمت میں ہر یہ قیام کرتا گرلکھنڈ حاضر ہو کر وطن واپسی کا تقاضہ تھا، اس لئے بادلیا خواستہ حضرت سے اجازت لے کر لکھنور و انہوں ہو گیا۔

### روئے گل سیر ندید ہم و بہار آخر شدنا

۱۹۸۶ء میں جب ندوہ میں قیام کا موقعہ ملا حضرت کے نام مشاہیر کے خطوط کا غیر مطبوعہ ذخیرہ دیکھا، ان خطوط میں سے منتخب خطوط لفظ کئے گئے اور بعد میں مشاہیر کے خطوط کا نقش ٹانی مکتبات طبع و ادب کے نام سے شائع کیا گیا، پیاپی یشن پلے ایڈیشن سے معنوی و صوری دونوں لحاظ سے اچھا چھپا، حضرت کی خدمت میں کتاب بھی گئی، آپ بہت خوش ہوئے اور لکھا

لکھنؤ

۱۳۱۰/۲/۳

باسمہ تعالیٰ

محبت عزیز و کرم مولوی یا سین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وزادۃ توفیقا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط ملا، کتاب بھی دیکھ کر حیرت اور سرت ہوئی، کتاب پسند آئی، ہم نے پڑھ کر حفظ کرادی، کتاب بڑے سلیقے سے شائع ہوئی ہے اور اُس کے ترتیب و حواشی اور مقدمہ و پیش لفظ بھی پسند آیا۔ جب کبھی موقعہ ہوا اور ہمارے قیام کا اطمینان ہوا اور سہولت ہو تو لکھنؤ آ جائیں، ملاقات سے سرت ہو گی۔

مجلس تحقیقات و تحریرات اسلام سے مذاخر العالم کا انگریزی ترجمہ اسلام ایڈ و دھ ورلڈ کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اس کو لکھ کر منگوالیں۔

والسلام  
و عاگو  
ابوالحسن علی ندوی

گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے کہ عقیدت و محبت کی وجہ سے حضرت کی کتابوں کا کثرت سے مطالعہ کرتا تھا اور پھر تدوہ سے ٹکنے والے مجلات بھی مطالعہ میں رہتے تھے، ان میں ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل پر حضرت مولانا کے فکر انگیز اور در انگیز مقالات نظر سے گزرے تھے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے حالات اور پیش آئندہ مسائل ہندوستان میں مختلف تحریکات کا وجہ اور ان تحریکات میں حضرت کی شرکت اور قائدانہ روں ہوتا تھا، یہ سلسلہ تقریباً نصف صدی تک سارہا۔

ان اسیاں کی بناء پر اقام السطور کا پختہ عقیدہ ہے کہ اگر ہندوستانی مسلمان حضرت کے

افکار و خیالات اور مسلم مسائل کے حل کے لئے حضرت کے تجاویز پر عمل کریں تو انشاء اللہ  
ہندوستان میں اطمینان و سکون کے ساتھ دینی زندگی گذار سکتے ہیں۔

ناچیز نے حضرت مولانا کے افکار و خیالات کو یکجا کرنا شروع کیا اور کوشش کی کہ اس  
مجموعہ میں ہر طبقہ کے لئے حضرت کی رہنمائی و مشورے آجائیں۔

پونہ میں رابطہ ادب اسلامی کے اجلاس میں حضرت تشریف لائے تھے۔ میں نے  
حضرت کی خدمت میں مجموعہ کا مسودہ پیش کیا، حضرت دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور خادم خاص  
حاجی عبدالرازق صاحب کے پاس دینے کے لئے کہا، یہ مجموعہ ”مولانا علی میان ندوی کا پیغام  
ہندوستانی مسلمانوں کے نام“ سے شائع ہوا، اشاعت کے بعد کتاب حضرت کی خدمت میں  
ارسال کی گئی، کتاب ملنے پر حضرت نے تحریر فرمایا۔

جمی و کمری از پیدلطفہ

سلام مسنون!

عنایت نامہ جس پر تاریخ درج نہیں ہے اور کتاب بعنوان ”علی میان کا پیغام  
ہندوستان مسلمانوں کے نام“ پہنچا، دیکھ کر خوشی ہوئی یہ ایک بڑا اعزاز اور اظہار اعتماد ہے، خدا  
کرے کہ اس سے کچھ فکر و نظر بیدا ہو، آپ لکھنؤ آسکتے ہیں اور یہاں کے ذمہداروں سے مل سکتے  
ہیں، امید ہے آپ تحریر ہوں گے۔

والسلام دعا گو

ابو الحسن علی ندوی

۲۱ جولائی ۱۹۹۹ء

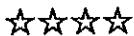
راقم السطور کا آج بھی عقیدہ ہے کہ اگر ہندوستانی مسلمان حضرت کے افکار و خیالات کو

اپنے لئے راہ عمل بنا کیں تو انشاء اللہ دین و دینی کی کامیابی حیثیتی ہے۔

تقسیم ملک کے بعد سے ہندوستان میں فسادات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا، ان فسادات میں ہزاروں جانیں جاتی ہیں اور کروڑوں روپے کی جانکاریں خاک ہوتی ہیں، حضرت مولانا کے دل و دماغ پر اس کا بڑا اثر تھا، فسادات پر قابو پانے کے لئے حضرت مولانا نے تقسیم ملک کے بعد ہی سے تحریک پیام انسانیت کا کام شروع کر دیا تھا، جس میں طویل وقہ بھی ہوئے، تاہم تحریک کے بعد حضرت کو اس تحریک کی افادیت کا لیقین ہو گیا اس لئے آپ نے آخری عمر تک یہ سلسلہ چاری رکھا۔ پیام انسانیت کے جلوسوں میں حضرت کی بڑی پرتاب تقریریں ہوئیں جن کو غیر مسلم حضرات نے بہت پسند کیا اور ان سے اتفاق کیا، یہ سب تقریریں تعمیر حیات اور دوسرے مجالات کی فانکلوں میں بندھیں، میرے دل و دماغ پر شدید تفاضل ہوا کہ اگر ان تقریروں کا مراثی ترجمہ ہو گیا تو اس سے غیر مسلم حضرات کو بہت فائدہ پہنچا گا۔

الحمد للہ! یہ تقریریں رکتا چھ آشروں (خون کے آنسو) کے نام سے شائع ہو گئی اور غیر مسلم حضرات نے کواس سے بڑا فائدہ پہنچا۔

اس کتاب کے دو ایڈیشن نکل چکے ہیں، ملک کے حالات کا تناقض ہے کہ یہ کتاب بار بار شائع ہو، خدا کتاب کی اشاعت کے اسباب پیدا فرمائے۔ آمین



## چڑاکارے کند عاقل کہ بازا آید پریشانی

۱۹۸۳ء میں راقم السطور کچھ شدید وہنی و معافی الحضنوں میں گرفتار ہو گیا جس کا تذکرہ

تکلیف سے خالی نہیں، ان حالات میں حضرت سے رجوع کرنا اور بہری حاصل کرنا ضروری تھا،  
چنانچہ تفصیلی حالات سے حضرت کو آگاہ کیا آپ نے جواب تحریر فرمایا۔

لکھنؤ ۲۰ مئی ۱۹۷۰ء

عزیزم محترم! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط ملا، آپ کی پریشانی معلوم ہوئی اور درس سے عدم اطمینان کا حال معلوم  
کر کے افسوس ہوا، بہر حال مبر و بخط سے کام لیں اور اپنی جگہ چھوڑنے میں اپنی طرف سے پہل  
نہ کریں، ولعل اللہ یا حدث بعد ذلك امورا، ملاقات، ہلوہ زبانی گفتگو ہو سکتی ہے۔

والسلام و عاگو

ابو الحسن علی ندوی

محترم و محترم مولانا ریاض الدین صاحب ندوی ناظم اعلیٰ چامعہ کاشف العلوم اور رنگ  
آباد کو بھی راقم السطور نے اپنے تفصیلی حالات لکھے، مولانا موصوف نے ازراہ کرم اور رنگ آباد  
آنے کے لئے کھا کر آئندہ کے لئے کوئی راہ نکالی جائے، تاجیز مولانا کے ایماء پر اور رنگ آباد  
حاضر ہوا، اور رنگ آباد میں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا حیدر آباد کے سفر پر ہیں اور وہاں سے بھیجنی کا  
سفر ہے، محترم مولانا ریاض الدین فاروقی صاحب نے مولانا نعیمین اللہ صاحب ندوی نائب ناظم  
ندوہ کے نام ایک تفصیلی رقہ کھما، جس میں ناچیز کے حالات کی تفصیل تھی اور مجھ کو حضرت مولانا کی  
خدمت میں بھیجی روانہ کیا۔

حالات بڑے سکھیں تھے، میرے لئے بھی کاسفر مشکل تھا مگر اب حضرت سے کہا تعلق

ہو چکا تھا اور سب سے اہم مسئلہ میرے مستقبل کا تھا کہ اگر حضرت مولانا سے مشورہ نہ کیا جائے تو پھر مستقبل میں علمی و دینی زندگی باقی رہنے کی کوئی ضانت نہ تھی، لہذا بمبی کے لئے رخت سفر باندھا وہاں پہلے مولانا مختار مخین اللہ صاحب ندوی سے ملاقات ہوئی، مولانا موصوف نے بڑی دریتک اپنے مفید مشوروں اور تجربات سے مستفید فرمایا اور کہا کہ حضرت سے بعد نماز عصر ملاقات ہو سکتی ہے۔

حضرت کی ملاقات سے پہلے راقم السطور نے حضرت کے نام ایک تفصیلی درخواست لکھا جس میں تحریر تھا کہ مولانا مختار ندوی صاحب کے ادارہ الدارالشیفیہ بمبی میں عربی کتابوں کا ترجمہ ہوتا ہے، اگر اس ادارہ میں ترجمہ کا کام مطلوب علمی مشغولہ ہے گا اور معاشر مسئلہ بھی حل ہو گا۔

بعد نماز عصر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست پیش کی آپ نے پڑھ کر فرمایا ان حالات میں آپ کے لئے مناسب یہ ہے کہ کسی مدرسہ میں کام کریں اس سے معاشر مسئلہ بھی حل ہو گا، مدرسہ کا شف العلوم اور نگ آباد ہماری سرپرستی میں چلتا ہے وہاں آپ کے لئے سفارش لکھ دیتے ہیں۔ راقم السطور نے اپنی نا تجربہ کاری اور کم فہمی کی بناء پر سکونت وغیرہ کا عذر کیا جس پر حضرت نے فرمایا کہ ٹھیک ہے کل ہم مولانا مختار احمد کے نام سفارشی رقہ لکھ دیتے ہیں، دوسرا دن ناچیز حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے چند سوالات فرمائے اور اس کے بعد کہا کہ ہماری رائے نہیں ہے مگر آپ کی خاطر سفارش لکھ دیتے ہیں۔

حضرت ایک عرصہ سے خط و دیگر چیزیں خود نہیں لکھتے تھے، مگر میری تحریت کی انتہاء نہ رہی کہ حضرت نے خود اپنے دست مبارک سے سفارشی رقہ لکھا جس کا ایک اقتباس اس طرح تھا۔

”.....مولوی یاسین صاحب کو پر گاؤں والے ایک عرصہ سے مجھ سے خط و کتابت رکھتے ہیں، علمی ذوق کے آدمی ہیں، لکھنے پڑھنے کا شوق ہے کچھ کام بھی کیا ہے اگر آپ کے پاس ترجمہ یا کچھ لکھنے کا کام ہو یا مکتبہ میں ضرورت ہو تو کام لے سکتے ہیں اور ان کو خدمت کا موقع دے سکتے ہیں۔“

بمبی سے واپسی کے بعد ایک عربی کتاب کا ترجمہ شروع کیا اور کچھ صفحات ترجمہ بھی

کر لیا، مگر بعد میں کچھنا گفتہ بہ حالات پیش آئے جس سے حضرت کی بصیرت اور دوربینی کا تحریر ہوا اور اپنی خود رائی اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کا سخت رنج ہوا اور یہ رنج زندگی بھر رہے گا اس لئے کہ حضرت سے طویل عرصہ تک ربط و تعلق میں بس بھی ایک سفارش حاصل کی گئی تھی۔

حضرت مولانا سے عقیدت و محبت کی بناء پر اقام السطور نے حضرت ہمی پر زیادہ لکھا اور کتابوں کی طباعت کے لئے بڑی مشقتیں برداشت کی گئیں مگر حضرت سے اس سلسلہ میں سفارشات نہیں لی گئیں اگرچہ اس کا جواز بھی تھا۔

بہر حال حضرت مولانا کے مشورہ پر عمل نہ کرنے پر اس گناہ کا رنے حضرت کو معافی کا خط لکھا اس خط میں مدرسہ مقام العلوم کو پر گاؤں میں ایک اخبار کے اجزاء کے بارے میں مشورہ بھی طلب کیا گیا۔ حضرت نے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔  
رانے بریلی

محبی زید لطفہ، السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ کا ۱۷ ابری مارچ کا ملفوظ ملا، آپ نے جن باقیں کا حوالہ دیا ہے مجھے یاد نہیں، جو بات پیش آئی وہ خلاف توقع اور خلاف قیاس نہیں، شعبۂ تشریف و اشاعت کا اجراء مناسب معلوم ہوتا ہے، آپ اس پر غور کر لیں اور اگر مدرسہ سے تعلق مناسب ہو تو اس کو ترجیح حاصل ہے، حالات کا اندازہ آپ کو صحیح ہو سکتا ہے، جس کو قابل عمل اور مفید سمجھیں اس کو اختیار کر لیں۔

والسلام و عاگو

ابو الحسن علی ندوی

۱۹۸۲ء  
راپریل

حضرت شیخ نے اپنی آپ بیتی میں ایک بڑی حکمت کی بات لکھی ہے کہ اپنے بڑوں کی اٹی بھی سیدھی سمجھو، کاش میں حضرت کی بات پر عمل کرتا تو مجھے تاحیات اپنی خلطی کا احساس نہ ہوتا مگر اب تو بھی کہنا ہو گا کہ

چماکارے کند عاقل کہ بازا آید پشمیانی

## اور ندوہ ہے زبانِ ہوش مندا!

دارالعلوم ندوہ میں قیام اور حصول علم کی تمنا بڑے بڑے علماء نے کیں ہیں جن میں قابل ذکر جواہر القرآن کے مولف اور مشہور عرب ادیب حضرت علامہ ڈاکٹر علی طباطبائی بھی ہیں، انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ کاش میں بچپن کی عمر میں دوبارہ پہنچ جاتا اور اس ادارہ میں تعلیم حاصل کرنا، یہاں کے اساتذہ کی شاگردی و صحبت کے لطف لیتا اور طلباء کا رفیق بنتا، یہاں کی چہار دیواری میں سانس لیتا اور یہاں سے علم و ایمان کی دولت حاصل کرتا۔

عالم عرب کے مشہور داعی و عالم علامہ یوسف القرضاوی جب ایک مرتبہ ندوہ تشریف لائے تو اس کو بڑی سعادت سمجھے، وہ لکھتے ہیں۔

”اس وقت مجھے اس علمی و ایمانی فضائیں زندگی گزارنے کا ایک زریں موقعہ ہاتھ لگا، چہاں لوگ محض خدا کے واسطے اور اُسی کے ساتھ اور اُسی کے سہارے جیتے ہیں، اور علم و ایمان اور دعوت و اصلاح کے باحول میں سانس لینے لگتے ہیں۔“ آگے وہ مزید لکھتے ہیں۔

”میں نے ندوہ کے آخوش میں کئی دن گزارے جنمیں اپنی عمر کے سب سے حسین دن سمجھتا ہوں۔“ (تعمیر حیات مفتکر اسلام نمبر ۲۵ راگست ۲۰۰۰ء)

بلاشہبندوہ میں قیام اور استفادہ بڑی خوش نصیحتی ہے، خاص طور پر ان افراد کے لئے جن کا تعلیمی شعور پختہ ہو چکا ہوا اور تعلیمی نظام اور قابل اساتذہ کی قدر جانتے ہوں۔

تعلیم و تعلم اور نظام و تربیت سے بڑھ کر ندوہ کی شان یقینی کہ وہاں شیخ العرب والجم حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود مسعود تھا، حضرت کے دم سے ندوہ کی پوری فضاض پورا نیت و روحانیت چھائی ہوئی تھی۔

حضرت مولانا علی میاں ندوی سے ربط تعلق کی ابتداء عربی زبان و ادب کا شوق اور

اُس کے حصول کی کوشش ہے جس کی تفصیل کتاب کے اوائل صفحات میں گذر چکی ہے۔

مہمد ملت مالیگاؤں سے فراغت کے بعد میرے مشق و محترم استاذ حضرت مولانا محمد حنفی طلبی صاحب<sup>(شیخ الحدیث مہمد ملت)</sup> نے مجھ سے فرمایا کہ آپ کو دارالعلوم دیوبند یا ندوہ العلاماء لکھنؤ میں ایک دوسال گزارنا چاہئے تاکہ علم کی گہرائی و گیرائی حاصل ہو، اور بڑے ادارہ کے علمی ماحول سے استفادہ کا موقعہ طے، اور نظر میں وسعت پیدا ہو۔ ناجائز نے مالی پریشانی کا ذکر کیا مخدوم و محترم حضرة الاستاذ نے بہت شفقت و محبت سے فرمایا انشاء اللہ مصارف کا انتظام ہو جائے گا اس پر احقر نے والدین کی عدم اجازت کا عذر کیا، جس پر مولانا مرحوم خاموش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اس لطف و نوازش کا بہترین بدلہ دے اور کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے۔

حالات کے بناء پر اور ناجربہ کاری کی بناء پر رقم السطور نے ندوہ جانے سے عذر کر دیا مگر جب علی شعور پختہ ہونے لگا تو احساس جانے لگا کہ کاش فراغت کے بعد ندوہ میں کچھ عرصہ حصول تعلیم کی سعادت سے بہرہ ور جوتا۔

ایک مرتبہ ناجائز نے مشق مری حضرت مولانا منیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اس احساس اور خواہش کا ذکر کیا تو مولانا نے فرمایا اگر آپ کا ارادہ ہے اور ندوہ میں عربی ادب کے مطالعہ کے لئے موقتم ملکتا ہے تو آپ کچھ ماں ندوہ میں قیام کر سکتے ہیں۔

رقم السطور نے مولانا مرحوم سے اجازت لے کر حضرت کی خدمت میں خط لکھا اور ندوہ میں قیام کی درخواست کی، حضرت نے قیام ندوہ کی اجازت دے دی جس سے میری خوشی کی کوئی اپنائش رہی، اور میں نے سفر لکھنؤ کا عزم کر لیا، حضرت سے خط و کتابت ماہ شعبان میں ہوئی تھی، اس لئے ماہ رمضان بعد شوال میں لکھنؤ کا سفر ہوا، مگر ندوہ مکین پر معلوم ہوا کہ حضرت ترکی کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں، فطری طور پر مجھے بڑی تشویش ہوئی اس لئے کہ ندوہ میں حضرت ہی سے زیادہ تعارف تھا، اس پریشان حالی میں برادر عزیز و محترم مولانا عبداللہ حسني صاحب نے بڑی رہبری فرمائی اور ندوہ میں قیام کے بارے میں اپنے مفید مشوروں سے نوازا، برادر مولانا عبداللہ حسني صاحب کے مشورہ کے بعد مخدوم و محترم مولانا متعین اللہ صاحب ندوی (ناسب ناظم ندوہ العلاماء) کو حضرت کا وہ خط بتایا گیا جس میں آپ نے ندوہ میں قیام کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

محترم مولانا مصطفیٰ اللہ صاحب کی ایماء پر راقم نے حضرت مولانا محمد رائج صاحب وامت برکاتہم اور حضرت الاستاذ مولانا محمد واسع صاحب سے ملاقاتیں کیں، محترم مولانا محمد رائج صاحب نے کچھ مخصوص گھنٹوں کی ترتیب بھائی اور مطالعہ کے لئے ادب کی منتخب کتابوں کی نشاندہی فرمائی۔

راقم السطور کا جس زمانہ میں ندوہ میں قیام تھا اُس دور میں مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی مرحوم (سابق استاذ جامعہ اسلام القرقی کے مکررہ) مخدوم و محترم مولانا محمد رائج صاحب (حال ناظم اعلیٰ ندوۃ العلماء) حضرت الاستاذ مولانا واسع رشید ندوی (حال معتمد تعلیم ندوۃ العلماء) جیسے اساتذہ کرام مسند دروس و مدرس پر فائز تھے۔

مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی عربی اردو و فارسی اور انگریزی زبانوں کے بڑے ماہر و ادیب تھے، تاچھر ایک مرتبہ مولانا موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا اور عربی زبان کی انشاء و تحریر شروع کرنے کے بارے میں کچھ سوالات کئے، موصوف نے فرمایا ابھی میں آپ کو کوئی مشورہ نہیں دے سکتا، پہلے آپ دیڑھ دو صفحے کا عربی مضمون لکھ کر بتائیے، اس کے بعد کوئی مشورہ دیا جا سکتا ہے۔

اس زمانہ میں مصری عالم وادیب اور مشہور مصنف ڈاکٹر عبدالرحمن رافت پاشا (مصنف سیر الصحابة) کا انتقال ہوا تھا، ندوہ میں حضرت مولانا کے زیر صدارت مرحوم پر ایک جلسہ تعریت منعقد کیا گیا جس میں مرحوم کی علمی اور عربی زبان و ادب کی خدمات پر حضرت نے ایک طویل تقریر فرمائی، راقم نے حضرت کی تقریر کا خلاصہ اور جلسہ کی رو واد عربی میں تیار کر کے مولانا عبداللہ عباس صاحب کی خدمت میں پیش کیا، مولانا موصوف نے مضمون لکھنے کی پوری تفصیل دریافت کی کہ مضمون کتنے وقت میں تیار ہوا؟ کتنے بار صاف کیا گیا؟ آخری ٹھکل کب دی گئی؟ وغیرہ، یہ ساری تفصیلات معلوم کرنے کے بعد مولانا نے عربی انشاء و تحریر کے بارے میں مشورہ دیا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو دروس و مدرس پر فائز کیسا تجویز تھا اور اس سلسلے میں آپ کتنی کمپری نظر رکھتے تھے۔

حضرت مولانا سید محمد رائج صاحب وامت برکاتہم حضرت مولانا کے ساتھ اکثر اسفار

میں رہتے تھے، اس لئے ان کے درمیں بہت کم شرکت کا موقعہ ملا، الحمد للہ منور و محترم مولانا سعید الرحمن صاحب کے اس باقی میں بھی شرکت واستفادہ کا موقعہ ملا۔

تاہم حقیقت یہ ہے کہ ندوہ کے زمانہ قیام میں ناجیز نے سب سے زیادہ فائدہ مولانا واضح رشید ندوی (ایڈیٹر الرائد) کی ذات سے اٹھایا، انشاء و ترجمہ اور عربی اخبارات کے مطالعہ میں خاص طور پر مولانا سے استفادہ کیا گیا، ہندوستان میں عربی انشاء و تحریر کے پاکمال علماء میں مولانا کا شمار ہے، موصوف عربی زبان و ادب اور عربی صحافت پر گہری نظر رکھتے ہیں، بائیں ہمہ مولانا انتہائی سادہ مزاج اور گم کو شخصیت کے مالک ہیں اس لئے طلباء ندوہ مولانا سے ہمیشہ ماں وس اور درستی اوقات کے علاوہ بھی مستفید ہوتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا کی عمر میں برکت دے اور حست وسلامتی سے رکھے آمین

ندوہ کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا علی میاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کی وجہ سے برادر مولانا عبداللہ حنفی صاحب سے ہی ربط و تعلق اور انسیت رہی، مولانا اس زمانہ میں بالکل جوان رعنائی، ندوہ میں مولانا سلمان حسین ندوی کی قابلیت و صلاحیت اور عربی زبان پر غیر معمولی عبور اور خطیبانہ جوش و خروش کا بھی ول و دماغ نے بہت اثر قبول کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے عربی زبان و ادب کے استاذ مولانا عبدالحید صاحب قاسمی واژہ ری (سابق استاذ معداد ملت مالیگاون) کی عربی زبان پر قدرت اور عربی میں نطق و اداؤ کیفیت کے بعد راقم بہت کم لوگوں سے متاثر ہوا، ان میں مولانا سلمان حسین ندوی بھی ہیں، موصوف سے بجا طور پر تو قیح ہے کہ انشاء اللہ دنیا سے جانے والے پاکمال اور شہر آفاق علماء کے جانشین اور بدل ہوں گے۔

ندوہ میں حضرت مولانا کے خادم خاص حاجی عبدالرازاق صاحب، محترم امین الدین شجاع الدین صاحب (ایڈیٹر تعمیر حیات) مولانا قلندر خان صاحب پر بھی والے (سابق محترم مہمان خانہ ندوہ) ان حضرات سے بہت ہی قرب و تعلق رہا، اور یہ حضرات ناجیز گنگاہ کا اخلاقی تعاوون بھی کرتے رہے، اب ندوہ میں بیتے ہوئے دنوں کو یاد کر کے حضرت ہی حضرت ہوتی ہے اور شاعر عربی زبان میں بس اتنا کہہ سکتے ہیں۔

ذراع مر رفتہ کو آواز دیں!

## نگاہِ مردموں سے بدلت جاتی ہیں تقدیریں!

ترکیہ نش عبارت و ریاضت تقویٰ و طہارت اور تعلقِ مع اللہ کے لئے حضرت امام غزالیؒ کے ارشاد سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہو سکتی ہے، امام غزالیؒ نے اپنی شہر آفاقِ عربی کتاب ”المنقض من الضلال“ میں تحریر فرمایا ہے:

”صوفیاءِ ہی اللہ کے راستہ کے سالک ہیں اور ان کی سیرت بہترین سیرت، ان کا طریق سب سے زیادہ مستقیم اور ان کے اخلاق سب سے زیادہ تربیت یافتہ اور صحیح ہیں، اگر عقائد کی عقل، حکماء کی حکمت اور شریعت کے مزدھان اسوس کا علم کر بھی ان کی سیرت و اخلاق سے بہتر لانا چاہیے تو تمکن نہیں، ان کے تمام ظاہری و باطنی حرکات و سکنات، مکملہ نبوت سے ماخوذ ہے، اور نور نبوت سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نور نہیں، جس سے روشنی حاصل کی جائے۔“

مولانا محمد منتظر نعماٹی اپنی کتاب ”دین و شریعت“ میں تصور کے باب میں ۱۰۰۰۰ ار ہزار سال سے زیادہ کا تحریر اور صلحاء امت کا اتفاق کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

”قریباً ہزار سال پلکے اس سے بھی زیادہ حدت سے امتِ محمدیہ کے صالح ترین طبقہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ نورِ لیقین اور رابطِ مع اللہ یعنی احسانی نسبت حاصل کرنے کے لئے صوفیاء کرام کا یہ طریقہ جس کا نام سلوک و طریقت ہے، اصولِ صحیح اور نتیجتاً کامیاب ہے، کون اس سے انکار کر سکتا ہے کہ مشاہیر اولیاء، امت مثلاً خواجہ مسروف کریم، شیخ حنفی، سرقطانی، شیخ بلحی، بازیزید بسطامی، جنید بغدادی، ابو بکر شبلی، شیخ عبدال قادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ احمد رقانی، جنید بغدادی، ابو بکر شبلی، شیخ عبدال قادر جیلانی، شیخ شہاب الدین چشتی، خواجہ بیراء الدین نقشبندی، اور بھرہمارے اس دوسرے ہزارہ کی گذشتہ تین صدیوں میں خواجہ باقی باللہ، امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سہنندی، اور ان کے خلفاء اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور سید احمد شہیدؒ اور ان جیسے ہزاروں بلاشبہ ہزاروں پلکے لاکھوں افراد ہیں جو اپنے اپنے وقت میں اس نسبت کے حوال

بلکہ اس راہ کے امام اور وادی جوئے ہیں، اور ان میں سے ایک ایک کی محبت و تربیت سے اللہ کے ہزاروں لاکھوں بندوں کو یہ دولت حاصل ہوئی ہے جو شخص ان مسلموں سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ان بزرگوں کو جو کچھ حاصل ہوا اسی راہ سے حاصل ہوا تھا، پس جس طریقہ نے امت محمدیہ میں اتنے کا طیین اور اس قدر اصحاب احسان و بیقین پیدا کئے ہوں جن کو بجا طور سے اس امت کا گل سر سبد کہا جاسکتا ہے اُس کے صحیح اور کامیاب و مقبول ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟“

ہندوستان میں جس برگزیدہ ہستی سے اسلام کی روشنی پھیلی وہ سلطان ہند حضرت خواجه معین الدین چشتی ہیں، خدا کی ہزاروں رحمتیں ہوں اس پاک ہستی پر جس سے سرز میں ہند میں کم و بیش نوے لاکھ انسانوں کو ایمان و اسلام کی دولت فہیب ہوئیں، جس کی تاریخ سے ہر خاص و عام واقف ہے، قارئین کتاب کی خدمت میں بس اتنا عرض کرنا ہے کہ حضرت خواجه صاحب کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام و مرتبہ کہاں کے پیر و مرشد حضرت عثمان ہاروٹی کے قوسط سے عطا فرمایا تھا۔

تصوف و سلوک میں کچھ بدعاں و رسوم داخل ہونے سے (جیسا کہ ہر دینی کام اور ہر دینی تحریک میں ہوتا چلا آ رہا ہے) تصوف جیسے با برکت اور مقدس عمل کی رفتار دھیپ پڑتی گئی مگر اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو زندہ رکھے گا۔ اب بھی کچھ خاصانِ خدا ایسے ہیں جن سے یہ سلسلہ از سر نوزندہ ہو رہا ہے، اور اس میں ترقی ہو رہی ہے اور امید ہے کہ اس سلسلہ سے ایمان و اسلام، اخلاص و لہمیت، زہد و تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی روشنی انشاء اللہ پورے عالم میں پھیلے گی۔

الحمد للہ! معہد ملت مالیگاؤں کے علمی ماحول سے بچپن ہی میں کتابوں کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا تھا، اس زمانہ میں حضرت تھانوٹی کی کتابیں بھی مطالعہ سے گذریں جن سے تصوف و سلوک کی طرف طبیعت راغب ہوئی، لے کر اس میں دہلی اور اس کے اطراف میں دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں سفر ہوا اور ماہ رمضان کے کچھ مبارک ایام حضرت شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب

کی خدمت میں گزرے اور حضرت شیخ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ اس وقت شعور پنچتہ نہ تھا ورنہ شیخ سے بہت کچھ استفادہ ہو جاتا تھا، تصوف میں حضرت شیخ کا مقام بہت ہی بلند تھا اس دور کے تمام مشاہیر علماء شیخ کے مرتبہ کے قائل تھے اور شیخ سے بیعت واردات کا تعلق رکھتے تھے۔

اس سے پہلے صفات میں گذر چکا ہے کہ راقم السطور پہلے حضرت علی میان ندویؒ کو صرف ایک تاجر عالم دین اور عربی زبان و ادب کے ماہر ادیب کی حیثیت سے جانتا تھا لیکن جب حضرت سے ربط تعلق پڑھا تو معلوم ہوا کہ حضرت عالم و مصنف اور ادیب سے بڑھ کر ایک عالم ربائی اور وقت کے ایک بڑے اہل اللہ ہیں۔

الحمد للہ! راقم السطور کو کسی اللہ والے سے ربط کا احساس تھا اور اب بھی ہے، اس نعمت پر خدا کا بھتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

حضرت علی میان ندویؒ کے روحانی مقام کے علم ہونے کے بعد نامگن تھا کہ بیعت کے لئے کسی اور کی طرف رجحان ہو لےنا ناجائز نے ایک تفصیلی خط حضرت کی خدمت میں لکھا جس میں آپ سے بیعت کی درخواست کی گئی تھی، آپ نے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

السلام علیکم ورحمة الله

عنایت نامہ ۳۰ راگست مجھے تاخیر سے ملا، یاد آوری کا شکر گزار ہوں، آپ کی شرافت نہ ہے کہ آپ مجھے ٹھنڈ سے ملاقات کو کسی درجہ میں مفید و موثر گھوسن کر رہے ہیں۔

اس سے خوشی ہوئی کہ مشاہیر کے خطوط کا کام آپ نے تکمیل کر لیا، انشاء اللہ کوئی ناشریں جائے گا، حضرت شیخ کے بعد میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ آپ مرکز نظام الدین سے تعلق پیدا کریں اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے باقاعدہ ربط تعلق پیدا کر لیں اور اگر وہ فرمائیں تو بیعت کا تعلق بھی قائم کر لیں، اس وقت حضرت شیخ کاؤن سے بہتر کوئی جانشین نہیں ہے۔

والسلام علیکم

ابو الحسن علی ۷۱۸۲ء

رقم السطور نے ایک دوسرا خط لکھا کہ بہت خور و فکر کر رہا ہوں مگر بیعت کے لئے حضرت کے سوا کسی اور کسی طرف طبیعت کار، جان نہیں۔ اور اگر شرح صدر نہ ہوں اور میلان نہ ہو تو نفع کی امید نہیں اس لئے اس گناہگار کو کسی بھی حال میں بیعت کر لیجئے اور گناہوں کے ولد ل سے نکالئے، حضرت نے خط کے جواب میں تحریر فرمایا۔

لکھنؤ، ۸/۹/۸۲ء

مکرمی زید لطفہ

السلام علیکم ورحمة اللہ

اگر بیعت پر آپ کو شرح صدر ہے تو بعد جمعۃ قربہ کے وہ الفاظ کہہ لیں جو سوانح حضرت مولانا را پوری میں مندرج ہیں، جو وہ بیعت کے وقت مریدوں سے کہلاتے تھے، اس کے بعد مجھے اطلاع دیں۔

والسلام  
مختصر ابوالحسن علی

حضرت ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

عزیزدم مکرم

محبت نامہ ۵۰ اکتوبر کو ملا، آپ کا تعلق مجھے قبول ہے، اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بھی قبول فرمائے اور طرفین کے لئے مبارک!

ایک شیخ درود شریف کی، ایک کلمہ سوم اور ایک استغفار کی پڑھ لیا کریں اور کبھی خیریت و حالات سے مطلع کر دیا کریں۔

والسلام  
دعا گوا ابوالحسن علی

۸/۱۰/۸۲ء

ذکر واذکار اور دینی و فلی سلسلہ میں حضرت کے جو خطوط اس گناہگار کے نام ہیں وہ  
پلاشیہ انمول خزانہ ہے، یہ نامہ ہائے مبارک اس نیت سے طبع کئے جا رہے ہیں کہ اگر بندگان خدا  
میں سے اللہ تعالیٰ نے کسی کو عمل کی توفیق دی تو انشاء اللہ بہت ہی دینی نفع ہو گا۔

لکھنؤ ۲۳/۸۵ء

مجی، السلام علیکم ورحمة الله

آپ کا خط ملا، اس سے خوشی ہوئی کہ آپ کی مرتبہ ”مشاهیر کے خطوط“ شائع ہونے  
والی ہے، مبارکباد قبول فرمائیں۔  
اسم ذات کا ورد چاری رکھیں، حیاتِ خلیل کے ساتھ دیگر مشائخ کی سوائچ عمریاں بھی  
مطالعہ میں رکھیں۔

والسلام  
مخلص ابوالحسن علی

محبت مکرم زید لطفہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۴۶ء وقت میں دیکھنے میں آیا کہ محبت محترم مولانا  
عبدالکریم پارکیہ صاحب تشریف رکھتے ہیں، میں آپ کا خط اُن کو دے رہا ہوں اور آپ کے  
یہاں جانے کی سفارش بھی کر دوں گا۔

طبعیت اعتدال پر نہیں ہے، کچھ شکایتیں چل رہی ہیں، مگر ملک کے حالات اس سے  
بھی زیادہ باعث تشویش و اضطراب ہیں، اللہ تعالیٰ ملک ولط و نوں کی حفاظت فرمائے۔

والسلام  
دعا گوا ابوالحسن علی ندوی

۹۱/۱/۸

### عزیزم کرم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ نے اس حادثہ قابوہ کے متعلق (بابری مسجد کی شہادت) جوتا ثراٹ لکھے ہیں وہ تمام غیرت مند مسلمانوں کے ہیں، اللہ تعالیٰ سے امید ہیں ہیں اس کے قبضہ قدرت میں سب کچھ ہیں، دعاویں کے اہتمام کی ضرورت ہے۔

پرشل لا بورڈ کا فیصلہ جلد ہی لوگوں کے سامنے آجائے گا۔

غیر مسلموں میں دعوت کا کام کرنے کی شدید ضرورت ہے، مایوسی کی ضرورت نہیں۔ اس سے صرفت ہوئی کہ آپ کا علاقہ فساد سے محفوظ رہا۔

والسلام

دعا گو

ابوالحسن علی بن دوی

کارڈی الجب

محبت عزیز و کرم مولوی محمد یاسین کو پرگاؤی صاحب زادہ اللہ توفیقا

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ کا ۲۷ مئی کا محبت نامہ ملا تھا، عید الاضحیٰ کی مصروفیات اور کچھ صحت کی کمزوری کی وجہ سے جلد جواب نہ دیا جاسکا، آپ کے یاد کرنے سے خوشی ہوئی، آپ کا خواب آپ کے حق میں مبارک ہے، لیکن آپ نے ہمارے بارے میں جو خواب دیکھا اور مقامی..... سے گنتگو کرنے میں جو بیت دیکھی اس سے قدر تشویش ہوئی، اللہ تعالیٰ ظاہر اوباطنا شریعت کی پیروی کی تو فیض عطا فرمائے۔ جسم کے دلن سورہ کاف کا پڑھنا ضروری اور منفرد ہے اور حادیث میں اس کی ہدایت آئی ہے، اور بزرگوں کا معمول بھی رہا ہے۔ آپ اس کو جاری رکھیں اس میں کسی

اجازت کی ضرورت نہیں، آخر میں دعا کر لیا کریں کہ اللہ تعالیٰ فتنہ دجال اور قرب قیامت کے  
فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ ہمارا اور عگ آباد آنے کا کوئی پروگرام نہیں، نہ اس وقت بحث اور موسم اس  
کا متحمل ہے، اللہ تعالیٰ کسی تقریب سے آپ سے ملاقات میسر فرمائے۔

والسلام۔ دعا گو

ابوالحسن علی

محبی زہر لطفہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

عہایت نامہ مورخہ ۲۱ اپریل کو ملایہ معلوم کر کے سرت ہوئی کہ آپ کو قانونی طور پر اور  
ضابطہ سے بھی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں کچھ قیام کا موقعہ مل رہا ہے اللہ تعالیٰ ہر طرح سے مفید  
و مبارک فرمائے، دارالعلوم کا ماحول ضرور مفید ہو گا۔

خصوصاً عزیز گرامی مولوی سعید الرحمن اور عزیزان محمد رافع و واضح سلمہما کی مجلس اور  
مشورے، ڈاکٹر مولوی عبد اللہ عباس ندوی آج کل آئے ہوئے ہیں اور اس وقت ہمارے پاس  
رائے بر طی میں ہیں مگر غالباً ا رمضان سے پہلے وابس ہوں جائیں گے۔

والسلام دعا گو

ابوالحسن علی

۲۸ اپریل ۱۹۸۷ء

## من تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفِعَهُ اللَّهُ

میرصادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من تواضع لله رفعه الله جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلند فرماتے ہیں، حضرت مولانا علی میاں صاحب بلاشبہ تواضع واکساري، شفقت و محبت اور سادگی و خلوص کے پیکر محسوس تھے، نام و نسود، شہرت اور عجب و کیرے سے آپ کو خفت نفرت تھی، نامور شخصیات کے ساتھ اخلاق بردا اور ان کی دل جوئی کرنا تو سب کو آتا ہے مگر اخلاق کی بلندی یہ ہے کہ اپنے چھوٹوں کے ساتھ بھی اخلاق کا بردا و بلکہ ان کی دل جوئی کی جائے، یہ حق و عین لوگ ادا کر سکتے ہیں جن کو حدیث میں وارث انبیاء کہا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے وَإِن كُنْتَ فَطَّأَ غَلِيلَ الْقَلْبِ لَا انْفَظُو مِنْ حَوْلِكَ ۝

(اے نبی) اگر آپ تندرخوار رخت دل ہوتے تو لوگ آپکے اروگرد سے بکھر جاتے۔

یہ انبیاء کا صفت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کو افرحصہ عطا فرمایا تھا، رقم السطور ایک دور اقدامہ گاؤں کا متtron ہوا، اس کا حضرت سے طویل زمانہ تک ربط تعلق رہا حضرت اس گمنام نیاز مند کی بھی دل جوئی کا خیال رکھتے تھے، گذشتہ سطور میں گذر چکا ہے کہ مشاہیر کے خطوط کے سلسلہ میں، میں نے حضرت کو پیشگی اطلاع نہیں دی تھی اور اچانک لکھنؤ پر بخش گیا تھا اس وقت حضرت کسی بیرونی سفر کی تیاری نہیں تھے، ناجائز نے جب سفر کی غرض و غایت پیان کی تو پہلے وہلہ میں حضرت نے کچھ ناگواری کا اظہار کیا جس سے میری طبیعت پر کچھ افسردگی چھا گئی حضرت تو فراست مومن کے ہڑے درجہ پر فائز تھے فوراً تاڑ گئے میری حیرت کی کوئی اچنہانہ رہی جب حضرت نے بار بار مولانا شمس تبریز صاحب کو میرے سفر کے مقصد کے بارے میں یاد ہانی کرائی۔

مشاہیر کے خطوط طبع ہو چکی تھی اور اس کا نقش ثانی مکتبات علم و ادب کا مسودہ تیار کر رہا

تھا حضرت مولانا شاہ عبدالریجم صاحب رائپوری کے خلیفہ و جانشین اور حضرت مولانا علی میان ندوی صاحبؒ کے پیر و مرشد قطب وقت حضرت مولانا عبدالقدار صاحب رائپوریؒ کے خطوط زیر مطالعہ تھے، ان خطوط میں جا بجا مولانا کو "حضرت" کا خطاب لکھا گیا تھا، مجھے بڑی چیز ہو رہی تھی کہ وقت کے شیخ زمانہ ایک عقیدت مند کو کیسے اس قسم کے القاب لکھ سکتے ہیں، ناچیز تکنیکی میں موجود تھا حضرت مولانا اپنے آبائی مکان کے سامنے چار پائی پر تحریر فرماتھے اور اتفاق سے اس وقت ناچیز کے علاوہ کوئی اور موجود نہ تھا، بعد نماز غرب الحقر نے عرض کیا کہ مولانا آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو خطوط میں حضرت کے لقب سے یاد کیا ہے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی؟

حضرت مولانا نے جواب دیا حضرت سید شہیدؒ کی نسبت سے وہ تمیں اس طرح مخاطب کرتے تھے، اس کے بعد کچھ دریںک سکوت فرمایا اور پھر کہا: جن خطوط میں اس طرح مخاطب کیا گیا ہے آپ ان کو کتاب میں شامل نہ کیجئے، اس واقعہ سے راقم کی سمجھ میں آیا کہ اکساری و تواضع کا کیا مطلب ہے؟ ندوہ میں ناچیز کا قیام کم و بیش چار ماہ رہا، سوئے اتفاق کہ جس وقت ندوہ حاضری ہوئی حضرت ترکی کے سفر پر تھے، کچھ ہفتوں کے بعد حضرت کی واپسی ہوئی، قیام ندوہ کے زمانہ میں بعض مرتبہ طعام و قیام کی کچھ دشواریاں بھی پیش آئیں مگر اس سلسلہ میں حضرت کو کچھ کہنے سے احتیاط کیا گیا، ندوہ سے واپسی کے بعد حضرت نے ایک خط تحریر فرمایا۔

عزیزی سلمہ سلام سنون!

آپ کا خط ملا اس علاقہ کے لئے کسی مناسب موقع اور کسی قریبی سفر کا انتظار کرنا ہوگا،  
اک توپر نومبر میں مصروفیت ہے۔

امید ہے کہ آپ نے دارالعلوم کے قیام سے فائدہ اٹھایا ہوگا ہم لوگوں سے مصروفیت کے سب کو تابیوں کا خیال نہ کیجئے گا۔ خدا کرنے سب خیریت ہو۔

والسلام: مخلص الواجبن علی

۱۹۸۲ء ستمبر

اپنے چھوٹوں کا اتنا زیادہ خیال رکھنا خصوصاً جن عقیدتمندوں کے علمی و دینی اور کسی دوسرے میدان میں کوئی حیثیت نہیں، مادیت اور خود غرضی کے اس دور میں اپنے چھوٹوں کے ساتھ شفقت و محبت اور گمنام نیازمندوں کی دلچسپی کرنا اور ان کی افسردگی سے بے چین ہونا بانیہ باشیں صرف کتابوں کی زینت ہیں۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل      وہ دکان اپنی بڑھا گئے

ریا و خود نمائی اور نام و نمود جیسے امراض اس دور میں عام ہو چکے ہیں اس لئے حضرت جیسے اہل اللہ اور مخلص عالم ربی فی کی یاد بار بار آتی ہے جس سے دل بھرا آتا ہے۔

جامعہ کاشف العلوم اور نگ آباد (بہار اشٹر) اکتوبر ۱۹۸۸ء میں رابطہ ادب اسلامی کا پروگرام تھا، مدرسہ مفتاح العلوم کو پر گاؤں کے تمام اساتذہ اجلاس میں شرکت کے لئے اور نگ آباد حاضر ہوئے، اساتذہ کرام نے راقم السطور سے کہا کہ وہ حضرت سے مصافحہ و ملاقات کرادیں، حضرت کا قیام اور نگ آباد میں محمد بھائی (مبینی آمدھرا اثر انسپورٹ والے) کے مکان پر تھا، ہم سب اساتذہ حضرت کی خدمت میں ہو چکے، آپ پلٹک پر لیٹے ہوئے تھے تاچیز نے اساتذہ کا درجہ پرچم تعارف کرایا، مولانا حافظ محمد خاں صاحب (صدر مدرسہ مفتاح العلوم کو پر گاؤں) کے تعارف میں کہا گیا کہ یہ ہمارے مدرسہ میں صدر مدرس ہیں، حضرت فوراً اٹھ کر پیش گئے اور مصافحہ فرمایا، ہم لوگ باصرار کہتے رہے کہ حضرت تکلیف نہ فرمائیں مگر آپ نہ مانے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ فرق مراتب کا بھی کتنا خیال رکھتے تھے، حضرت کی زندگی میں اختیاط کا پہلو بہت غالب تھا، ستر، تقریر و تحریر ہر چیز میں خود نمائی کے شایبہ تک سے بچنے کی کوشش کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کے باطن کو جاہ کے جذبہ سے بالکل ہی پاک کر دیا تھا۔

عزت وجاہ کی طلب کے بارے میں انہم معرفت کا قول ہے ”آخر ما یخرج من قلوب الصدیقین حب الجاه“ یعنی طالبین و مالکین ہی نہیں بلکہ صدیقین کے قلوب سے جو روحانی بیماری سب سے آخر میں نکلتی ہے وہ حب جاہ کا جذبہ ہے، ہمارے حضرت میں اس مہلک مرض کا شایبہ تک نہیں تھا، قارئین نے پیش کردہ واقعات سے اس کا اندازہ کر لیا ہو گا۔

## ائے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جس وقت اس سیاہ کار کا حضرت نے ربط و تعلق بڑھا اُس زمانہ میں حضرت مولانا دینی علی اور روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے اور راقم السطور کا حال یہ تھا کہ علی و دینی ربط سے بڑھ کر اب حضرت کی ذات سے عشق ہو گیا تھا اس لئے ناجیز کی بڑی تمنا تھی کہ حضرت کم از کم ایک مرتبہ ہی کو پر گاؤں تشریف لا سکیں، مدرسہ مقام الحکوم کو پر گاؤں کے اساتذہ بھی حضرت کے اخلاق ولہیت علی مقام و مرتبہ حضرت کی علی و دینی اور طی خدمات سے متاثر تھے اور چاہتے تھے کہ حضرت کسی بھی حال میں کو پر گاؤں تشریف لا سکیں۔

رقم السطور نے اس سلسلہ میں حضرت سے خط و کتابت شروع کی اور بڑے پوتا شیر اور اورطا قتو رخطوط لکھے اور ملاقات پر زبانی گنگوہ کا سلسلہ بھی شروع کیا، کوپر گاؤں کا تذکرہ سب سے پہلے محترم مولانا اسحاق جلیس ندوی مرحوم کے ضمن میں لکھا گیا، حضرت نے جواب میں لکھا:

لکھتو ۱۵/۲/۱۹۸۱ء

عزیزم محترم سلمہ اللہ تعالیٰ  
السلام علیکم!

مکتوب مورخہ ۹ مارپریل پہنچ کر باعث مسرت ہوا، آج کل عربی ادب کے سینیار کے سلسلہ میں جو ۷۱ مارپریل سے شروع ہوا ہے، بڑی مشغولیت ہے، اس موقع پر آپ بھی آتے اور خوش ہوتے، اس خط کے پہنچنے تک وہ ختم ہو رہا ہو گا ورنہ آپ کو آنے کے لئے تاکید لکھتا، کوپر گاؤں میرے لئے ماوس ہے احمد گرجاتے ہوئے وہ راستہ میں پڑتا تھا، مولوی اسحاق صاحب مرحوم کا ذکر کے آپ نے دل میں ایک چکلی لی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور نعم البدل، اگر نہیں تو بدل ہی عطا فرمائے۔

والسلام ابو الحسن علی

۳۷۴ء میں مرحوم مولانا اسحاق جلیس صاحب ندوی نے اپنی لڑکی کے نکاح میں حضرت مولانا کو شرکت کی دعوت دی تھی، حضرت بذریعہ رین لکھنؤ سے ممتاز تشریف لارہے تھے اور ممتاز سے بذریعہ کاراچی مگر جانے والے تھے۔

مولانا اسحاق صاحب نے لکھنؤ یا بھساوں سے تاریکیا تھا کہ حضرت براد کو پر گاؤں احمد نگر تشریف لے جا رہے ہیں اور کچھ دیر کو پر گاؤں میں مہر جائیں گے، حضرت متعین تاریخ میں ممتاز پہنچ اور احمد نگر جاتے ہوئے کچھ دیر کے لئے کو پر گاؤں کے اندر اپنی ہوٹل میں مہر گئے (اب اس چند ایک بہت بڑی لاج ہے) وہاں ممتاز عصر ادا کر کے چائے نوش کی اور احمد نگر روانہ ہو گئے، الیان کو پر گاؤں کی بد قسمتی کہ حضرت کی روائی کے وقت موصولة تار ملا اور کو پر گاؤں کی تاریخ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم رباني کے تذکرہ سے خالی رہ گئی۔

حضرت عالمگیر شخصیت کے مالک تھے اور نہ صرف ہندو پاک بلکہ عالم عرب اور یورپ و افریقہ کی علمی و دینی داش گا ہوں کے ذمہ دار تھے، اور ملک و ہیرون ملک آپ کے علمی اسفار کا سلسہ چاری تھا اور پھر عمر کا تقاضہ اور پیار یوں کا سلسہ اس پر متفاہن حالات میں کسی چھوٹے گاؤں کے لئے وقت نہ کام تھا، تاہم آپ کسی مناسب موقع کے انتظار میں تھے، جس کا تذکرہ ناچیز کے نام لکھئے ہوئے خطوط میں موجود ہے۔

راقم السطور نے حضرت کو جو خطوط لکھے تھے ان میں سے ایک خط کی نقل ملی گئی، اس کے پہنچ انقباسات ملاحظہ بچھے۔

”حضرت مرشدنا الحضر م! کو پر گاؤں میں آپ کی تشریف آوری کا ہمیں جو اشتیاق ہے، ہم الفاظ کی صورت میں اس کو ظاہر نہیں کر سکتے، اس کا اندازہ حضرت کو اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوط اور تفصیلی ملاقاتوں کے ذریعہ ہوا ہوگا اور اب جب کہ حضرت کو پر گاؤں کے بالکل قریب آرہے ہیں ہمارے دلوں کا جو حال ہو گا وہ ظاہر ہے اور پھر مشاخل کی کثرت رہتی ہے اور

حضرت کی صحبت بھی دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہے، لہذا اگر اس مرتبہ بھی ہم حضرت کی تشریف آوری سے محروم رہے گئے تو ہم سے بڑا بد نصیب کون ہوگا؟ اطلاع کے مطابق حضرت کا پروگرام ۷، ۸، ۹، ۱۰ اکتوبر کو ہے گا۔ آگے خط میں لکھا ہے

”کوپر گاؤں میں نفل روزے اور اعماق کر کے خدا سے دعا کر رہے ہیں تاکہ حضرت کے لئے سفر آسان ہو جائے، اگر حضرت اجازت دیں لکھنؤ حاضر ہو کر پروگرام مرتب کیا جاسکتا ہے، اگر خط کا جواب مل جائے تو بہتر ہو گا، تاکہ تیاریوں میں سہولت ہو۔

حضرت مولانا نے خطوط کے جو جوابات تحریر کئے ہیں ان کے اقتباسات بھی پڑھئے۔

لکھنؤ ۲۹ ستمبر ۱۹۸۸ء

عزیزم کرم مولوی محمد یاسین سلمہ اللہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا منفصل خط ملا، آپ نے کوپر گاؤں آنے کی خواہش ظاہر کی ہے، ہمیں بھی وہاں جانے اور تمام لوگوں سے ملنے سے صرفت ہوتی، لیکن اور تمیری صحبت برابر خراب چل رہی ہے، جسمانی ضعف بہت بڑھ گیا ہے، اور نگ آباد کا سفر بڑی مجبوریوں اور ضرورت کی بناء پر ہو رہا ہے.....

والسلام و عاگلو

ابوالحسن علی ندوی

ایک دوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں۔

”آپ کی معلومات کے لئے لکھتا ہوں کہ آخری جنوری تک میں برادر مشغول ہوں، بظاہر کوپر گاؤں کے لئے اس سے کے آخر تک وقت نکلنے کی امید نہیں، مشاہیر کے خطوط کی دوسری اشاعت کی تکمیل مبارک ہو۔ (۱۰ نومبر ۱۹۸۶ء)

۱۹۸۶ء کے ایک مکتب میں لکھتے ہیں۔

”آپ کا خط طلاس علاقے کے لئے کسی مناسب موقع اور کسی قریبی سفر کا انتفار کرنا ہوگا،  
اکتوبر نومبر میں صرف وقت ہے۔“

میں، پونہ اور اونگ آباد حضرت کے اکثر پروگرام ہوتے تھے، اس لئے عموماً آپ بھی  
تحریر فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان مقامات پر آنا ہو تو ضرور کو پر گاؤں تشریف لا جائیں گے، تاہم ان  
مقامات پر جب بھی کوئی پروگرام ہوتا اس سے متصل کسی دوسری مقام پر پہلے ہی سے کوئی پروگرام  
ٹے ہو جاتا اور ہم لوگ ہاتھ ملتے رہ جاتے تھے۔

حضرات علماء کرام اور احباب و رفقاء بڑی تمنا کیں کرتے تھے کہ حضرت مولانا سے علمی  
و دینی واستفادہ ہو، اور حضرت کا دریوار کریں۔ اور سب کی خواہش تھی کہ کو پر گاؤں حضرت کے  
مبارک قدم لگنے سے وہ مبارک و مسحود شہر بن جائے جس کو موئیں ہمیشہ یاد رکھیں۔

”بہانپور دارالسرور کی تاریخ مشہور ہے کہ حضرت برہان الدین غریب“، محبوب اللہ  
حضرت نظام الدین کے حکم سے خلد آباد تشریف لارہے تھے، دریائے تاپی کے کنارے ایک پر  
فنا مقام پر ایک چھوٹا سا گاؤں وسائی تھا، آپ نے وہاں اذان وی اور نماز باجماعت ادا کی، آپ  
کو یہ لکش مقام بہت پسند آیا اور آپ کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کہ یہاں ایک شہر آباد ہو، آپ نے  
دعا کی وعاء مقبول ہوئی اور آپ کے نام پر وہاں بہانپور دارالسرور کے نام سے ایک شہر آباد  
ہو گیا، افسوس مسلسل جدوجہد اور کوشش بسیار کے باوجود حضرت کو پر گاؤں تشریف نہ لاسکے اور  
ہمارا شہر اللہ کے اس مقبول بنہا اور عالم ربیانی کی آمد سے محروم رہ گیا۔



## آخری بات

احمد رضی حضرت مولانا کی وفات کے بعد پوری دنیا میں حضرتؐ کے نام پر ادارے قائم ہو رہے ہیں، ہم ادارے قائم کرنے والے حضرات کو دلی مبارکہ ادا پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی فہرست فرمائے اور یہ ادارے ترقی کریں۔ (آئین)

بلاشبہ امت پر حضرت کا حق ہے کہ وہ آپ کی دینی خدمات اور کارنا مول کو وزنده رکھیں اور قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ نے امت کے لئے جو راہ عمل بنایا ہے اس پر عمل کریں، تاہم خطرہ ہے کہ ان اداروں میں سب کچھ ہو مگر حضرت مولانا نہ ہوں اور حضرت کی روح کمیں علامہ اقبالؒ کی زبانی یہ ٹکونہ کرے

شاعر اسلام حضرت علامہ اقبالؒ خود کے بارے میں یہ ربائی بڑے درود کے ساتھ پڑھا کرتے تھے

چول رخت خویش بزمِ ازیں عصر      ہم آں گشتند با ما آشنا بودا  
ولیکن کس ہمنانت ایں مسافر      چ گفت وبا کہ گفت واز کجا ہو !  
علمی دینی اور طی میدانوں میں حضرت علی میان صاحبؒ نے امت کے لئے بڑا فکری  
سرماہی چھوڑا ہے، خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کے لئے آپ کی رہبری بہت بھی اہمیت رکھتی ہے  
اور اس دور میں ہندوستانی مسلمانوں کے دینی وطنی تشخص کی بقاء کے لئے آپ کے ارشادات پر  
عمل نہایت ضروری ہے۔

تحریکات اور ادارے جن کے لئے حضرت مولانا نے بڑی قربانیاں دی ہیں، ان میں مسلمانان ہند کا سب سے بڑا تتحہ پلیٹ فارم آل اشیا مسلم پرنس لاء بورڈ، دینی تعلیمی کوشش

یوپی، تحریک پیام انسانیت، عالمی رابطہ ادب اسلامی ہیں، ان تحریکیات کے علاوہ عربی مدارس کے تحفظ کے لئے حضرت کی تجویز اور روز بانی اور بکی حفاظت کے لئے راؤں اور ان سب سے بڑھ کر ہندوستانی مسلمانوں کا علمی و دینی شخص اور اس بارے میں حضرتؐ کے افکار و خیالات اور عملی اقدامات۔

امید ہے کہ یہ سب باقی امال فکر و نظر حضرات کے دل و دماغ میں ہو گی اور انشاء اللہ وہ ضرور عملہ اس کو انجام دیں گے۔

اگر حضرت علی میاںؐ کے نام پر قائم کردہ ادارے حضرت کے افکار و خیالات کو مسلسل شائع کرتے رہیں تو یہ بڑی دینی خدمت ہو گی اور انشاء اللہ امت کو اس سے بڑا یقین شعشع پہنچے گا۔

احمد اللہ آج دنیا میں حضرت کے لاکھوں عقیدت مند ہیں، اور نہ صرف عوام بلکہ خواص اہل علم بھی حضرت کے اخلاق و للہیت، حضرتؐ کی فکر و نظر اور عندر اللہ مقبولیت کے قائل ہیں ان حضرات سے بہت ہی مدد بانہ و مخلصانہ درخواست ہے کہ وہ حضرت کے افکار و خیالات کو زندہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں، حضرت کے افکار و خیالات پر اب تک جو کتابیں لگلی ہیں ان میں رقم السطور کا مرتب کردہ مجموعہ ”مولانا علی میاں ندویؒ کا پیغام ہندوستانی مسلمانوں کے نام“ بھی ہے، اس مجموعہ کے بارے میں حضرت مولانا نے خود لکھا ہے: ”یہ ایک بڑا اعزاز اور اظہار اعتماد ہے، خدا کرے اس سے کچھ فکر و نظر پیدا ہو“ (مصنف کے نام ایک مکتوب کا اقتباس)

کتاب پر حضرت علی میاں ندویؒ کا یہ تبصرہ سند کا درج رکھتا ہے، حضرت کے نام پر جو اکیڈمیاں قائم ہوئی ہیں ناچیز کی ان کے ذمہ داروں کو اجازت ہے کہ وہ اس مجموعہ کو شائع کر سکتے ہیں، صرف اتنی گزارش ہے اس میں ترمیم نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہم کو حضرت پر مزید کام کرنے کی توفیق دیں۔ (آمین)





